قرآن کریم میں تضادات کی حقیقت

مرتبہ:

سید جہانزیب عابدی

قرآن کے الفاظ میں تضادات:

قرآن کریم میں کوئی حقیقی تضاد نہیں پایا جاتا کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی میں تضاد یا تناقض کا ہونا ممکن نہیں۔ تاہم، بعض آیات کو ظاہری طور پر دیکھنے سے لوگوں کو ان میں تضاد محسوس ہو سکتا ہے۔ یہ غلط فہمی عام طور پر سیاق و سباق، آیات کے معنی یا تفسیر کو صحیح طریقے سے سمجھنے میں کوتاہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

چند مثالیں دی جا سکتی ہیں جنہیں بعض افراد تضاد سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ تضادات نہیں ہیں بلکہ مکمل فہم اور سیاق و سباق میں غور کرنے سے ان کا مطلب واضح ہو جاتا ہے:

1۔ آدم (ع) کی تخلیق سے متعلق آیات:

- آیت 1: "اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست (سڑے ہوئے) گارے سے پیدا کیا" (القرآن 15:26)

- آیت 2: "پھر اس نے اس کی نسل ایک خلاصہ سے پیدا کی، یعنی حقیر پانی سے" (القرآن 32:8)

بظاہر یہ دونوں آیات انسان کی تخلیق کے بارے میں مختلف ذرائع کا ذکر کرتی ہیں۔ حقیقت میں، پہلی آیت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر کرتی ہے جبکہ دوسری آیت بعد کی انسانی نسلوں کی تخلیق کا بیان ہے۔

2۔ انسان کے گمراہی اور ہدایت کا ذکر:

- آیت 1: "اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے" (القرآن 14:4)
- آیت 2: "اور اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے" (القرآن 2:272)

کچھ لوگ اسے تضاد سمجھتے ہیں، لیکن یہ آیات ایک اصولی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی نیت اور عمل کے مطابق ہدایت یا گمراہی دیتا ہے۔ یعنی، اللہ کی طرف سے ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ بندے کی

کوششوں اور نیت پر مبنی ہے، اور یہ ایک اخلاقی اصول ہے جسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

3۔ دنیا کے چھ دن میں پیدا ہونے کا ذکر:

- آیت 1: "بے شک، اللہ نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا" (القرآن7:54)

- آیت 2: "کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمان کو دو دن میں پیدا کیا" (القرآن41:9)

ان آیات کے ظاہری تضاد کو سمجھنے کے لیے ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ قرآن میں لفظ "دن" کو مختلف سیاق و سباق میں استعمال کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر "دن" سے مراد طویل مدت ہے، جبکہ بعض جگہوں پر ایک مخصوص دن مراد ہوتا ہے۔ تفصیل میں جانے سے یہ سمجھ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مراحل میں کائنات کو تخلیق کیا۔

4۔ شراب کے حوالے سے مختلف مراحل:

- آیت 1: "وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے... ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں..."(القرآن2:219)

- آیت 2: "شراب میں بڑا گناہ ہے، اور کچھ فائدہ بھی، لیکن اس کا گناہ اس کے فائدے سے زیادہ ہے"(القرآن5:90)

قرآن نے شراب کی حرمت کو تدریجی مراحل میں نازل کیا۔ ابتدا میں شراب کے کچھ فوائد کا ذکر کیا گیا، لیکن آخر کار اسے مکمل طور پر حرام قرار دیا گیا۔ یہ ایک تدریجی حکم تھا جو لوگوں کو آہستہ آہستہ شراب سے دور کرنے کے لیے نازل کیا گیا۔

5۔ پہنچنے والے مصائب کا سبب:

- آیت 1: "تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے" (القرآن 42:30)

- آیت 2: "کہو کہ ہم پر جو مصیبت آتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے" (القرآن 9:51)

بظاہر یہ آیات تضاد لگتی ہیں، لیکن دونوں حقیقت کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ پہلی آیت انسان کے اعمال اور ان کے نتائج کی بات کرتی ہے، جبکہ دوسری آیت اللہ کی تقدیر اور اس کے حکمت بھرے فیصلوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

6۔ ابلیس کو جنت سے نکال دیا پھر آدم و حوا کو بہکانا:

- جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے پر جنت سے نکال دیا، تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اسے مکمل طور پر ہر جگہ سے خارج کر دیا گیا تھا۔ قرآن کریم میں واضح ہے کہ اللہ نے اسے دنیا میں ایک مقررہ وقت تک زندگی گزارنے اور لوگوں کو آزمانے کی اجازت دی تھی:

" - کہا (اللہ نے): جاؤ، تم میں سے جو بھی ان کی پیروی کرے گا میں تم سب کو جہنم میں ڈال دوں گا" (القرآن 7:18)

ابلیس کو جنت سے نکالنے کے بعد اسے دنیا میں لوگوں کو بہکانے کی اجازت دی گئی تاکہ وہ انسانوں کے لیے آزمائش بنے۔ آدم و حوا کے بہکانے کا واقعہ اس آزمائش کا حصہ تھا۔

7۔ رسول کو کہا کہ آپ کچھ نہیں جانتے اور دوسری طرف کہا کہ آپ تو جانتے ہی ہیں:

- یہ آیات قرآن کے مختلف مواقع اور تناظر کی بنیاد پر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا علم اللہ کے دیے گئے علم کی وجہ سے تھا۔ جہاں قرآن میں فرمایا گیا کہ آپ کچھ نہیں جانتے، اس کا مطلب آپ کی بشریت کی حالت میں ہے، یعنی جو علم آپ کے پاس تھا، وہ وحی کے ذریعے دیا گیا:

" - اور اس سے پہلے تم کتاب کو پڑھتے نہ تھے اور نہ تمہارے ہاتھ سے کچھ لکھنا آتا تھا" (القرآن 29:48)

دوسری طرف جب رسول کی علمیت کا ذکر کیا جاتا ہے، تو وہ وحی کی روشنی میں ہے، یعنی اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو علم عطا کیا:

" - اور وہ جو کچھ تمہیں سکھایا ہے"(القرآن 2:151)

لہٰذا، ایک آیت رسول کی فطری حالت کی طرف اشارہ کرتی ہے، جبکہ دوسری آیت رسول کے نبی بننے کے بعد اللہ کے عطا کردہ علم کی طرف۔

8۔ ماں باپ سے اف نہ کہو اور قطع تعلق کا حکم:

- ماں باپ سے اف نہ کہو (القرآن 17:23) کا مطلب یہ ہے کہ عام حالات میں والدین کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کی خدمت اور عزت اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے۔

قطع تعلق کرنے کا حکم ان رشتہ داروں یا والدین کے بارے میں ہے جو انسان کو اللہ کی نافرمانی یا شرک کی طرف بلاتے ہیں۔ ایسے معاملات میں انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ والدین کی بات نہ مانے:

" – اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کر" (القرآن 29:8)

اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین کی اطاعت اس وقت تک لازم ہے جب تک وہ نیکی اور خیر کی طرف بلاتے ہیں، لیکن اگر وہ گناہ یا شرک کی طرف بلائیں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے۔

9۔ رسول کو یاد دہانی کروانا پیدائش سے پہلے کی باتوں کی:

– جب قرآن میں کہا جاتا ہے کہ "یاد کرو وہ وقت" (مثلاً سورۃ الضحیٰ میں)، اس کا مقصد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو واقعات کی یاد دہانی کرانا نہیں ہے کہ جیسے وہ بھول چکے ہوں، بلکہ اس کا مقصد عمومی طور پر لوگوں کو نبی کی زندگی کے اہم واقعات کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے تاکہ ان سے سبق حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے ذریعے لوگوں کو ان واقعات کا شعور دلاتے ہیں۔

10۔ انسان کے تخلیق کے مختلف مراحل:

- آیت 1: "اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا" (القرآن 22:5)

- آیت 2: "پھر ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا" (القرآن 75:37)

یہ آیات بظاہر مختلف تخلیقی مراحل کی بات کرتی ہیں، لیکن حقیقت میں یہ تضاد نہیں ہے۔ پہلی آیت حضرت آدم (علیہ السلام) کی تخلیق کی بات کرتی ہے جو مٹی سے ہوئی تھی، جبکہ دوسری آیت ان کی نسلوں کی تخلیق کا ذکر ہے جو نطفے (منی) سے ہوتی ہے۔

11۔ اللہ کو دیکھنے کا معاملہ:

- آیت 1: "آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں" (القرآن 6:103)

- آیت 2: "اور تم اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوگے" (القرآن 75:23)

پہلی آیت دنیاوی زندگی میں اللہ کو دیکھنے کی صلاحیت کی نفی کرتی ہے، جبکہ دوسری آیت قیامت کے دن جنت میں مومنین کے اللہ کو دیکھنے کی بات کرتی

ہے۔ دنیا میں اللہ کو دیکھنا ممکن نہیں، لیکن آخرت میں اللہ کی تجلی کو مومنین دیکھ سکیں گے۔

12۔ .لوگوں کے درمیان فرق کرنا:

- آیت 1: "اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا" (القرآن2:286)

- آیت 2:"اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے"(القرآن 16:93)

پہلی آیت اللہ کی عدل و انصاف کی بات کرتی ہے کہ وہ انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ آزمائش میں نہیں ڈالتا۔ دوسری آیت میں گمراہی اور ہدایت کے اصول کی وضاحت ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی نیت اور عمل کے مطابق ہدایت دیتا ہے یا اسے اس کے برے اعمال کے سبب گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ یہ آیات انسان کی آزاد مرضی اور اللہ کے علمِ کامل کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

13۔ اللہ کی مغفرت اور سزا:

- آیت 1: "اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے" (القرآن 4:96)

- آیت 2: "بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے" (القرآن 5:98)

یہ آیات اللہ کی دو صفات، مغفرت اور عذاب، کی وضاحت کرتی ہیں۔ اللہ رحم و کرم کرنے والا ہے اور اپنی مخلوق کو معاف کرتا ہے، لیکن وہ ان لوگوں کو سخت عذاب بھی دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتے ہیں اور حق سے انکار کرتے ہیں۔ یہ دونوں صفات ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ مکمل ہیں، اور انسان کے اعمال کے مطابق اللہ کی مختلف صفات کا ظہور ہوتا ہے۔

14۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کا حکم:

- آیت 1: "شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور اللہ شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا" (القرآن 4:48)

- آیت 2: "اللہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے" (القرآن 39:53)

پہلی آیت شرک کے بارے میں بات کرتی ہے کہ اگر کوئی شرک کرتے ہوئے مرے تو اللہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا، جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ دوسری آیت اللہ کی عام مغفرت کا بیان ہے کہ اللہ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے، سوائے شرک کے۔ یعنی، اگر کوئی شخص دنیا میں شرک کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا، تو وہ قیامت کے دن معافی کا مستحق نہیں ہو گا، لیکن اگر توبہ کر لی جائے تو اللہ شرک کو بھی معاف کر سکتا ہے۔

15۔ جہنم میں ہمیشہ رہنے یا نہ رہنے کا مسئلہ:

- آیت 1: "بیشک اللہ جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے عذاب دے" (القرآن 2:284)

- آیت 2: "جو جہنم میں داخل ہوا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس میں رہے گا" (القرآن 4:169)

پہلی آیت اللہ کے عام مغفرت کے اصول کو بیان کرتی ہے کہ اللہ جسے چاہے معاف کر دے، جبکہ دوسری آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو شرک یا کفر کی حالت میں مرے اور انہیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا ہے۔ ان دونوں میں تضاد نہیں، بلکہ یہ مختلف لوگوں کی مختلف حالتوں کے بارے میں بات کرتی ہیں۔

16۔ مرنے والے کے بعد زندہ ہونے کا معاملہ:

- آیت 1: "اور تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے" (القرآن 22:7)

- آیت 2: "اور جس پر موت آتی ہے، وہ کبھی واپس نہیں آتا" (القرآن 23:100)

پہلی آیت قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جانے کی بات کرتی ہے، جبکہ دوسری آیت دنیا میں مرنے کے بعد واپس نہ آنے کی حقیقت کو بیان کرتی

ہے۔ دنیا میں مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندگی میں نہیں آتا، لیکن قیامت کے دن سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

16۔ ہر کام کا مالک اللہ یا انسان کی اپنی کوشش:

- آیت 1: "سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے" (القرآن 14:27)

- آیت 2: "انسان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی" (القرآن 53:39)

پہلی آیت اللہ کی حاکمیت اور قدرت کی بات کرتی ہے کہ ہر چیز اللہ کے حکم کے تحت ہے، جبکہ دوسری آیت انسان کے اعمال اور کوششوں کا ذکر کرتی ہے کہ انسان کو اس کی کوششوں کا بدلہ ملے گا۔ دونوں آیات میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ اللہ کی حاکمیت میں انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اعمال کا ذمہ دار ہو۔

17۔ ہر نفس موت کا مزہ چکھے گا یا شہید زندہ ہیں؟

- آیت 1: "ہر نفس موت کا مزہ چکھے گا" (القرآن 3:185)

- آیت 2: "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں، انہیں مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں شعور نہیں" (القرآن 2:154)

بظاہر یہ دو آیات متضاد معلوم ہوتی ہیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ پہلی آیت ایک عمومی حقیقت بیان کرتی ہے کہ ہر انسان کو جسمانی موت کا سامنا کرنا ہے۔ دوسری آیت میں شہیدوں کے روحانی زندگی کی بات کی گئی ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور انہیں ایک خاص مقام عطا کیا گیا ہے۔ لہٰذا، جسمانی موت اور روحانی زندگی دو مختلف حقیقتیں ہیں۔

18۔ انسان کے اعمال کا حساب اللہ کرے گا یا فرشتے؟

- آیت 1: "اللہ بہت جلد تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا" (القرآن 3:185)

- آیت 2: "دو فرشتے بیٹھے ہیں، جو لکھ رہے ہیں" (القرآن 50:17)

پہلی آیت میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جو انسان کے اعمال کا فیصلہ کرے گا اور جزا و سزا دے گا۔ دوسری آیت میں فرشتوں کا ذکر ہے جو صرف انسان کے اعمال کو لکھنے کا کام انجام دیتے ہیں۔ فرشتے اعمال کو لکھتے ہیں، لیکن حتمی فیصلہ اللہ کی طرف سے ہو گا۔ یہ دونوں آیات مختلف مراحل کی بات کرتی ہیں، ایک لکھنے کا عمل اور دوسری فیصلہ کرنے کا۔

19۔ نیکی اور بدی کا انجام:

- آیت 1: "جو نیکی کرے گا، اسے اس کا بدلہ ملے گا" (القرآن 4:124)

- آیت 2: "بیشک انسان اپنے ہی نقصان میں ہے" (القرآن 103:2)

پہلی آیت میں نیک اعمال کا بدلہ ملنے کی بات کی گئی ہے، جبکہ دوسری آیت میں عام انسانوں کی اس دنیاوی زندگی میں گمراہی اور نقصان کا ذکر ہے جب تک کہ وہ ایمان اور نیک اعمال نہ کریں۔ اس آیت کے بعد مزید وضاحت کی

گئی ہے کہ ایمان، نیک عمل، اور صبر کی تلقین کرنے والے ہی اس نقصان سے بچ سکیں گے۔ لہٰذا یہ تضاد نہیں بلکہ ایک شرطی بیان ہے کہ انسان کو ایمان اور نیک عمل کی ضرورت ہے۔

20۔ جہنم میں داخل ہونے کے بعد نجات کا سوال:

- آیت 1: "اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے" (القرآن 2:81)

- آیت 2: "سوائے ان کے جن کو اللہ چاہے، اللہ ان کو جہنم سے نکال دے گا" (القرآن 6:128)

پہلی آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو کفار ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ دوسری آیت میں مومنوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ کچھ مومنین عذاب کا سامنا کریں گے، اللہ انہیں اپنی رحمت سے جہنم سے نکال دے گا۔ یہاں دائمی عذاب صرف کافروں کے لیے ہے، جبکہ مومنین کے لیے نجات ممکن ہے، چاہے وہ عارضی طور پر جہنم میں جائیں۔

21۔ سزا کے فیصلے کا اختیار:

- آیت 1: "اللہ جو چاہے معاف کرے اور جسے چاہے سزا دے" (القرآن 2:284)

- آیت 2: "اللہ انصاف کرنے والا ہے" (القرآن 4:58)

پہلی آیت اللہ کی مغفرت اور رحمت کا ذکر کرتی ہے، جبکہ دوسری آیت اللہ کے عدل کی بات کرتی ہے۔ بظاہر یہ دونوں آیات میں فرق لگتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ دونوں صفات آپس میں متوازن ہیں۔ اللہ کا عدل یہ ہے کہ وہ انسان کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے، اور اللہ کی رحمت یہ ہے کہ وہ اپنے چاہنے والوں کو معاف بھی کر دے۔ لہٰذا، اللہ کا انصاف اور رحمت ایک ساتھ کام کرتے ہیں۔

22۔ توبہ اور بخشش:

- آیت 1: "اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا" (القرآن 4:40)

- آیت 2: "اللہ جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے" (القرآن 14:4)

پہلی آیت میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، یعنی وہ ہر کسی کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔ دوسری آیت میں ان لوگوں کے بارے میں بات کی گئی ہے جو گمراہی کا راستہ خود اختیار کرتے ہیں اور پھر اللہ انہیں اسی راستے پر چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ کسی کو بے وجہ گمراہ نہیں کرتا، بلکہ جو لوگ خود گمراہی کو چن لیتے ہیں، اللہ انہیں ان کی نیت اور عمل کے مطابق اسی راستے پر چھوڑ دیتا ہے۔

23۔ خوف اور امید کا توازن:

- آیت 1: "اللہ کا عذاب بہت سخت ہے" (القرآن 39:56)

- آیت 2: "اللہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے" (القرآن 39:53)

قرآن میں بار بار اللہ کے عذاب اور اس کی رحمت کا ذکر آتا ہے۔ یہ بظاہر متضاد لگ سکتا ہے، لیکن دراصل یہ توازن کی تعلیم دیتا ہے۔ انسان کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا بھی چاہیے اور اس کی رحمت کی امید بھی رکھنی چاہیے۔ یہ دونوں آیات ایک دوسرے کو مکمل کرتی ہیں، اور انسان کو یہ بتاتی ہیں کہ اسے اپنے گناہوں پر ندامت اور توبہ کرنی چاہیے، لیکن ساتھ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہونا چاہیے۔

24۔ دنیا کی حقیقت اور آخرت کی تیاری:

- آیت 1: "دنیا کی زندگی کھیل اور تماشا ہے" (القرآن 29:64)
- آیت 2: "اور اپنے رزق کو نہ بھولو" (القرآن 28:77)

پہلی آیت دنیا کی زندگی کی عارضی اور بے حقیقت ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے جب اسے آخرت کے مقابلے میں دیکھا جائے، یعنی دنیاوی لذتیں فانی ہیں۔ دوسری آیت میں دنیاوی زندگی کی ضروریات کا خیال رکھنے کی بات کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا میں رہتے ہوئے اپنی ضروریات

کا خیال رکھے، لیکن ساتھ ہی آخرت کو اپنی اصل منزل سمجھے۔ دنیا اور آخرت کی تیاری کے درمیان ایک توازن کی ضرورت ہے۔

خلاصہ:

یہ تمام بظاہر تضادات دراصل مختلف سیاق و سباق یا موضوعات کے تناظر میں ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں کوئی حقیقی تضاد موجود نہیں، بلکہ ہماری سمجھ کی کمی یا آیات کے صحیح تناظر کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمیں تضاد محسوس ہوتا ہے۔ علماء اور مفسرین کی تشریحات اور قرآن کے مجموعی پیغام کو سامنے رکھ کر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن حکمت اور رہنمائی کا کامل ذریعہ ہے۔

سائنس اور قرآن کے تضادات کی حقیقت:

قرآن مجید کو بظاہر سائنسی دریافتوں کے ساتھ متضاد سمجھنا بعض اوقات غلط فہمیوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ قرآن سائنس

کی کتاب نہیں ہے، بلکہ ایک ہدایت نامہ ہے جو روحانی اور اخلاقی امور کی رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن کا مقصد انسان کو اللہ کی طرف ہدایت دینا ہے، اور وہ زبان جو اس زمانے کے لوگوں کی فہم کے مطابق ہو، استعمال کی گئی ہے۔ پھر بھی، قرآن کی کچھ آیات جو بظاہر سائنسی نقطہ نظر سے متضاد لگ سکتی ہیں، جب گہرائی سے دیکھی جائیں اور ان کا درست مفہوم سمجھا جائے تو تضادات دور ہو جاتے ہیں۔

یہاں کچھ مثالیں دی گئی ہیں جو بظاہر سائنسی تضادات معلوم ہوتی ہیں اور ان کی صحیح توجیہات:

1. سورج کا چلنا:

- آیت: "اور سورج چلتا ہے اپنے مقررہ مقام کی طرف" (القرآن 36:38)

اعتراض: آج کی سائنسی تحقیق کے مطابق سورج زمین کے گرد نہیں گھومتا بلکہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے، اس لیے یہ آیت بظاہر سائنس سے متضاد لگتی ہے۔

توجیہ: اس آیت میں "سورج چلتا ہے" کا مطلب یہ نہیں کہ سورج زمین کے گرد گھوم رہا ہے، بلکہ آیت کا مفہوم کائنات کے بڑے تناظر میں ہے۔ سائنسی طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سورج بذات خود بھی حرکت کر رہا ہے۔ وہ اپنے محور کے گرد گھومتا ہے اور ہماری کہکشاں، یعنی ملکی وے، کے مرکز کے گرد بھی حرکت کر رہا ہے۔ اس طرح سورج اور اس کا نظام شمسی بھی حرکت میں ہے، اور اس کی سمت اور مقام کا تعین ہو چکا ہے۔ لہٰذا، قرآن کی یہ بات آج کے سائنسی حقائق سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہے۔

2. رات اور دن کا ذکر:

- آیت: "وہ رات کو دن کے اوپر لپیٹ دیتا ہے اور دن کو رات کے اوپر لپیٹ دیتا ہے" (القرآن 39:5)

اعتراض: سائنس کے مطابق رات اور دن کا سلسلہ زمین کی گردش سے پیدا ہوتا ہے، جبکہ یہ آیت بظاہر یہ تاثر دیتی ہے کہ رات اور دن خود کسی عمل سے بدلتے ہیں۔

توجیہ: "لپیٹنے" کا لفظ دراصل ایک استعارہ ہے جو ایک تدریجی عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس آیت میں لفظ "لپیٹنا" (يُكَوِّرُ) استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب ہے کہ رات اور دن آہستہ آہستہ ایک دوسرے کے اوپر آتے ہیں، جیسا کہ زمین کی گردش کی وجہ سے ہوتا ہے۔ قرآن نے جو بیان دیا ہے وہ سائنسی حقیقت کے مطابق ہے کہ رات اور دن کا تسلسل زمین کی گردش سے بنتا ہے، اور یہ عمل مسلسل چلتا رہتا ہے۔

3. زمین کی ساخت:

- آیت: "اور زمین کو ہم نے بچھایا" (القرآن 51:48)

اعتراض: بظاہر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ زمین چپٹی ہے جبکہ سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ زمین گول ہے۔

توجیہ: عربی میں "بچھانا" کا لفظ (مَدَّ) استعمال ہوا ہے، جو کہ دراصل زمین کے استعمال اور رہائش کے قابل ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے، نہ کہ اس کی شکل کی وضاحت۔ قرآن نے کبھی واضح طور پر زمین کی چپٹی یا گولائی کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے مختلف اوصاف بیان کیے ہیں۔ آج کی سائنس بھی یہ تسلیم کرتی ہے کہ زمین گول ہونے کے باوجود ایک خاص حد تک چپٹی نظر آتی ہے، جسے جیوسفرائیڈ کہا جاتا ہے۔ قرآن میں یہ بات انسان کے زمین پر رہنے اور اس کی زندگی کے آسان ہونے کے تناظر میں بیان کی گئی ہے، نہ کہ زمین کی جیومیٹری کے حوالے سے۔

.4 آسمان کا ذکر:

- آیت: "اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا" (القرآن 21:32)

اعتراض: سائنس کے مطابق آسمان کوئی ٹھوس چھت نہیں ہے، اور بظاہر یہ آیت آسمان کو ایک ٹھوس چھت کی طرح بیان کرتی ہے۔

توجیہ: "چھت" کا لفظ استعارہ ہے اور اسے کسی ٹھوس چیز کے معنوں میں نہیں لینا چاہیے۔ یہاں قرآن کی مراد زمین کے گرد اوزون تہہ یا وہ حفاظتی نظام ہے جو ہمیں مضر اشعاع سے بچاتا ہے۔ سائنس نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ زمین کے اوپر ایک حفاظتی تہہ موجود ہے جو کائنات کی خطرناک شعاعوں اور اجسام کو زمین پر پہنچنے سے روکتی ہے۔ قرآن کا یہ بیان سائنسی لحاظ سے درست ہے، جب ہم اسے صحیح سیاق میں سمجھیں۔

5. جنین کی تخلیق:

- آیت: "پھر ہم نے نطفے کو جمے ہوئے خون کی شکل دی" (القرآن 23:14)

اعتراض: سائنسی لحاظ سے انسانی جنین کبھی بھی جمے ہوئے خون کی شکل میں نہیں ہوتا، لہٰذا بظاہر یہ آیت غلط معلوم ہوتی ہے۔

توجیہ: اس آیت میں لفظ "علقہ" (جما ہوا خون) استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب صرف "خون" نہیں بلکہ "لٹکا ہوا مادہ" یا "چپکنے والا چیز" بھی ہے۔

جنین کے ابتدائی مراحل میں یہ رحم کی دیوار سے چپکا ہوتا ہے، اور یہ حقیقت سائنسی طور پر درست ہے۔ قرآن کا یہ بیان جدید ایمبریولوجی سے مطابقت رکھتا ہے کہ جنین کے ابتدائی مراحل میں اس کا ظاہری شکل ایک چپکنے والی چیز جیسا ہوتا ہے۔

.6 ستارے اور شہاب ثاقب:

- آیت: "اور ہم نے آسمان کے قریب والے حصے کو ستاروں سے زینت دی اور ان کی حفاظت کے لیے شہاب ثاقب بنائے" (القرآن 67:5)

اعتراض: سائنس کہتی ہے کہ ستارے نہیں بلکہ شہاب ثاقب زمین کے ماحول میں داخل ہوتے ہیں اور ٹوٹتے ہیں، جبکہ قرآن کہتا ہے کہ ستارے شہاب ثاقب کی طرح استعمال ہوتے ہیں۔

توجیہ: آیت کا اصل مطلب یہ ہے کہ شہاب ثاقب کا کام شیاطین کو بھگانا ہے، اور یہ بات ایک روحانی حقیقت کو بیان کرتی ہے، نہ کہ سائنسی حقیقت کو۔ قرآن یہاں فلکیاتی اجسام کی مخصوص تفصیلات کی بجائے ایک روحانی

واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ستارے اور شہاب دونوں کا ذکر مختلف مقصد کے تحت ہے، اور ان کا اصل مقصد انسان کو ہدایت دینا ہے۔

7. مکھی کی پیدائش اور فطرت:

- آیت: "اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی" (القرآن 16:68)

اعتراض: مکھی کو وحی کا ملنا سائنسی لحاظ سے غیر منطقی معلوم ہوتا ہے۔

توجیہ: یہاں وحی کا مطلب کوئی شریعت یا مذہب دینا نہیں، بلکہ قدرتی الہام ہے۔ قرآن کا مقصد یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ نے مکھی کو ایک مخصوص فطرت اور شعور دیا ہے، جس کے ذریعے وہ شہد بناتی ہے اور اپنے ماحول کے مطابق عمل کرتی ہے۔ یہ بات جدید سائنس کے مطابق بالکل درست ہے کہ حیوانات میں ایک قدرتی ہدایت موجود ہوتی ہے جس کے تحت وہ کام کرتے ہیں۔

نتیجہ:

قرآن کی آیات کو سائنسی حقائق کے ساتھ متضاد سمجھنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات ہم آیات کا درست سیاق و سباق یا مفہوم نہیں سمجھ پاتے۔ جب قرآن کی آیات کو اس کی زبان، سیاق، اور مقاصد کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان میں کوئی حقیقی تضاد نہیں ہوتا۔ قرآن کا مقصد سائنسی حقائق بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ ہدایت اور رہنمائی دینا ہے۔